حضرت عائشہؓ کا اسلوب استدلال واستنباط۔ ایک تحقیقی مطالعہ

* ڈاکٹر غزالہ بٹ

جب تک سرورِ کائنات حضور اکرم ﷺ اس دُنیا میں تشریف فرما رہے اس وقت تک علم وفتوی کی مرکزی حیثیت آپ ﷺ کی ذات بابرکات ہی کو حاصل رہی اور جب آپ ﷺ اس دُنیا سے تشریف لے گئے تو پھر اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو شریعت کے راز دان اور احکام اسلامی کی تفصیلات سے واقف تھے آپ ﷺ کے جانشین ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ پیش آتا تو وہ تمام علماء کو بلاتے اور ان سے مشورہ کرتے۔ اگر ان میں سے کسی کو کوئی حدیث یاد ہوتی تو وہ بیان کرتے ورنہ احکامِ منصوصہ پر قیاس کر کے فیصلہ کر دیتے۔ اکابر صحابہ کرامؓ میں سے مدینہ طیبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شخصیات زیادہ تر فقہ وفتاویٰ کی مجلس کے مسند نشین ہوئے۔ غیر منصوص احکام کے بارے میں ان کے پیش نظر مختلف اصول تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسلک تھا کہ اگر پیش آمدہ مسئلہ کے متعلق کتاب وسنت اور اثر سے کوئی جواب معلوم ہوتا تو مسئلہ بتا دیتے اور اگر کوئی روایت یا خلفائے راشدین سابقین کے آثار معلوم نہ ہوتے تو خاموش ہو جاتے(1)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معمول یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا قرآن وحدیث میں مسئلہ کا حل نہ پاتیں تو عقلی قیاس کرتیں اور آپ جو بات فرماتی تھیں یا جو توجیہ آپ کرتی تھیں وہ بالکل عقل کے مطابق ہوتی تھی اور مشکل سے کوئی حدیث ایسی ملے گی جسے باور کرنے کے لیے عقل انسانی کو دور دراز کی تاویلوں سے کام لینا پڑے(2)

فقہی اعتبار سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف خواص عورتوں پر بلکہ دیگر تمام ازواجِ مطہرات پر بھی جو شرف حاصل تھا وہ بذات خود آپ رضی اللہ عنہا کے مقام اور عظمت وفقاہت کی رفعت کی واضح دلیل ہے۔ کتاب وسنت اور فقہ واحکام میں ان کا مرتبہ اس قدر اعلیٰ ہے کہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے آپ کا شمار حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبد اللہ ابن عباس کی صف میں کیا جاسکتا ہے۔

ایک فقیہ اور فقیہہ کے لئے جن اوصافِ حمیدہ سے متصف ہونا جن شرائط کی پاسداری کرنا، جن تقاضوں کا لحاظ کرنا، فہم و

* اسسٹنٹ پروفیسر، پوسٹ گریجویٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین، کوپر روڈ، لاہور۔

فراست کے جن معیار پر پورا اُترنا، حکمت و دانائی کے اظہار کی جس قوت پر قادر ہونا اور اصابت رائے کے جس ملکہ کا ہونا ضروری ہے وہ تمام کی تمام بدرجہ اتم آپ رضی اللہ عنہا میں موجود تھیں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح آپ کو ''افقہ الناس'' قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((کانت افقه الناس و اعلم الناس واحسن الناس رأیافی العامة))(3)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ احکام کو سمجھنے والی، سب سے زیادہ علم کی حامل اور عوام میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔''

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((ما رائیت احدا اعلم بفقه وبطب ولا بشعر من عائشةؓ))(4)

''میں نے فقہ، طب اور شعر میں عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے صاحبزادے فرماتے ہیں:

((ما رائیت احدا اعلم بسنن رسول الله ﷺ ولا أفقه فی رای ان احتیج الی رایه ولا علم بایة فیما نزلت ولا فریضة من عائشة))(5)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو جاننے والا اور رائے کو طلب کرنے میں ان کی ضرورت پڑے تو ان سے زیادہ فقیہ اور آیات کے شانِ نزول اور فرائض کا مسئلہ کا واقف کار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

ایک اور روایت میں ان الفاظ سے آپ کی عظمت کا اظہار کرتے ہیں:

((ما رائیت احداً اعلم بالقرآن ولا بفریضة ولا بحلال ولا بحرام ولا بفقة ولا بشعر ولا بطب ولا بحدیث العرب ولا بنسب من عائشةؓ))(6)

''قرآن، فرائض، حلال، حرام، فقہ، شاعری، طب، تاریخ عرب اور روایت نسب میں حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ما اشکل علینا اصحاب محمّد رسول الله ﷺ حدیث قط فسالنا عائشة الا وجدناها منه علما))(7)

''ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کو کوئی ایسی مشکل بات نہیں پیش آئی کہ جس کو ہم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور وہ اس کے متعلق ان کے پاس کچھ معلومات ہمیں نہ ملی ہوں۔''

قبیصہ بن ذویب فرماتے ہیں:

((كانت عائشه اعلم الناس يسئلونها اكابر الصحابة))(8)

''حضرت عائشہؓ لوگوں میں زیادہ جاننے والی تھیں۔اکابر صحابہ ان سے سوال کیا کرتے تھے۔''

کسی نے حضرت مسروق تابعی سے پوچھا کہ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرائض سے واقف تھیں تو جواب دیا:

((اى والذى نفسى بيده لقد رايت مشيخة اصحاب محمّد ﷺ اكابر يسئلونها عن الفرائض))(9)

''وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے نبی کریم ﷺ کے اکابر صحابہ کو دیکھا وہ ان سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے تھے۔''

مصطفیٰ قدوۃ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

((و كان القضاة يجتمعون عندها لحل بعض مشاكل))(10)

''قاضی ان کے ہاں جمع ہو کر بعض مشکلات حل کیا کرتے تھے۔''

مشکوٰۃ المصابیح میں صحیح مسلم کتاب الفضائل کے حوالہ سے حضور اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ:

((انا تارک فيكم الثقلين اولها كتاب فيه الهدى والنور فخذوا كتاب اللّٰه ثم قال واهل بيتى واذكركم فى اهل بيتى))(11)

''میں تم میں دو پختہ چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔پہلی ان میں کتاب ہے۔اس میں ہدایت و نور ہے تو اس اللہ کی کتاب کو پکڑو پھر فرمایا اور میرے گھر والے۔''

خاندانِ نبوت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایک خاص مقام حاصل تھا اس لیے کہ کتاب اللہ کے اسرار و رموز سے نقاب کشائی کرنے والا سنت رسول پر عملی مظاہرہ کرنے والا ان سے بہتر اور کون ہو سکتا تھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو حضور اکرم ﷺ کو صرف جلوت میں دیکھتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا جلوت و خلوت دونوں میں ہم نشینی کا اعزاز حاصل کیے ہوئے تھیں۔ اس لئے **((ما ينطق عن الهوىٰ))**(12) کے مقام پر فائز ہونے والی شخصیت نے ارشاد فرمایا:

((فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام))(13)

''عائشہ کو عام عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے ثرید کو عام کھانوں پر۔''

ابن حزم الاندلسی نے اپنی تالیف ((رسالة فی المفاضلة بین الصحابة)) میں ازواجِ مطہرات کی فضیلت کے بارے میں لکھا ہے:

((ان افضل الناس بعد الانبیاء علیھم السلام نساء رسول الله ﷺ ثم ابوبکر))(14)

''انبیاء علیہ السلام کے بعد لوگوں میں سب سے افضل رسول اللہ کی بیویاں ہیں پھر ابوبکرؓ اور پھر حضرت عائشہؓ کی فضیلت کے بارے میں استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((قیل لرسول الله ﷺ من احب الناس الیک ؟ قال: عائشة، قال من الرجال؟ قال: ابوھا ، وقد قال اللّٰه تعالیٰ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی ، فصح ان کلامه علیه السلام بانھا احب الناس الیه وحی او حاه اللّٰه تعالیٰ الیه))(15)

''نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک لوگوں میں سے افضل کون ہے۔ آپ نے فرمایا، عائشہ، پوچھا گیا مردوں میں سے کون؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا باپ۔ بے شک عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ تھیں۔ پھر ان کے باپ۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ آپ ﷺ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے مگر یہ کہ وہ وحی ہوتی ہے تو آپ ﷺ کا کلام صحیح ہے کہ وہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ یہ سب اللہ کی طرف سے وحی ہے جو کہ آپ ﷺ پر اُتاری گئی۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی حیثیت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار طبقہ صحابہ کے اُن رُواہ میں ہوتا ہے جو اصطلاح میں مکثرین کہلاتے ہیں۔ مکثرین وہ صحابہ کہلاتے ہیں جن کے پاس احادیث و آثار اور سنن کے کثیر ذخائر موجود ہوتے تھے اور جن کی طرف اُس دور کے رُواۃ حدیث استفادہ کی غرض سے رجوع کرتے تھے۔

دورِ رسالت کے بعد رفتہ رفتہ جہاں روایتِ حدیث کے باقاعدہ مراکز قائم ہوئے وہاں وقت کے ساتھ ساتھ ایسی شخصیات بھی نمایاں ہونے لگیں جنہوں نے براہِ راست اقوالِ رسول ﷺ کا سماع اور افعال رسول ﷺ کا مشاہدہ کیا تھا۔ اس اساس کے اعتبار سے ازواجِ مطہرات کو بہت اہم اور مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ ازواجِ مطہرات میں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ فطری طور پر بہت ذہین اور بصیرت کے لحاظ سے بہت اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ اس لئے آیات کی تفسیر و تعبیر اور سنن کی تفصیل معلوم کرنے

کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کبار آپ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کی بصیرت پر اعتماد کرتے تھے۔ آیات اور سنن سے استنباط و استخراج کے ضمن میں آپ رضی اللہ عنہا کو خداداد ملکہ حاصل تھا۔ اس لئے آپ رضی اللہ عنہا نے بڑی دِقت کے ساتھ روایات کا تجزیہ کرتی تھیں اور نصوص و متون کے ظاہر و باطن پر کلام کرتی تھیں۔ ایک موقع پر جب آپ رضی اللہ عنہا کے سامنے ((ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ)) کا متن روایت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ تو قرآن کی آیت ﴿لا تزرو ازرۃ وزر اخری﴾ سے متصادم ہے اس لیے قابل قبول نہیں۔ پھر اس حدیث کی تفصیل بتائی اور سیاق و سباق کے ساتھ اس کا اصل مفہوم بتایا۔ ذخیرۂ حدیث میں ایسی بہت ساری روایات موجود ہیں۔ جن پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فقہی اعتبار سے کلام فرمایا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتایا کہ آپ ﷺ نے چار مرتبہ عمرہ ادا فرمایا اور ایک بار رجب میں عمرہ ادا فرمایا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت سنی تو فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے رجب میں کوئی عمرہ ادا نہیں کیا۔'' (16)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث روایت کی جس کا مفہوم یوں ہے کہ:

''بدشگونی تین چیزوں میں پائی جاتی ہے۔ خاتون، گھوڑا اور گھر۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت سنی تو فرمایا:

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دراصل پوری حدیث اخذ نہیں کی ہے۔''۔

اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ یہود کو تباہ و برباد کردے وہ خاتون، گھوڑے اور گھر میں بدشگونی سمجھتے تھے۔'' (17)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نہ صرف یہ کہ قرآن و حدیث اور فقہ میں ماہر تھیں۔ بلکہ آداب، انساب، شاعری اور تاریخ میں بھی آپ رضی اللہ عنہا کو بھرپور ملکہ حاصل تھا۔ اس ضمن میں حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((ما رآیت احدا من الإنس اعلم بالقرآن ولا بفریضۃ ولا بحلال ولا بحرام ولا شعر ولا بحدیث العرب ولانسب من عائشۃ رضی اللہ عنہا)) (18)

میں نے کسی بھی شخص کو قرآن' فرائض، حلال وحرام' ادب' تاریخ عرب اور علم الانساب میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ ماہر اور عالم نہیں دیکھا۔ حدیث سے استخراج اور استنباط کے ضمن میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک خاص مقام حاصل رہا۔''

امام ابن حزم نے اپنی کتاب ''جوامع السیر ۃ'' میں ان صحابہ کی فہرست مرتب کی ہے۔ جن کا تعلق فقہ اور فتوی سے تھا۔ اس

فہرست میں 162 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام درج ہیں۔

علامہ ابن قیمؒ نے ''اعلام الموقعین'' میں 145 صحابہ کے نام درج کئے ہیں اور انہیں تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ ان طبقات میں پہلا طبقہ مکثرین کا ہے۔ مکثرین کے طبقہ میں آپ نے سرفہرست نام سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رکھا ہے۔ علامہ ابن قیمؒ کی تحقیق کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کبار احکام اور استنباط کے سلسلے میں سب سے زیادہ اعتماد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر کرتے تھے اور ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔(19)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اصول تھا کہ ہر نوع کی روایت قبول نہیں کرتی تھیں بلکہ پوری طرح جانچ پرکھ کر روایت لیتی تھیں۔ سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا'' میں اس پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس اصول (اصولِ اخذ) کی بناء پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کوئی روایت اگر کسی سے لیتی تھیں اور کوئی شخص اس روایت کو ان سے دریافت کرنے آتا تو بجائے اس کے کہ خود اس روایت کی وضاحت کرتیں اُسے اصل راوی کے پاس بھیج دیتی تھیں۔ اس سے مقصود یہ بھی تھا کہ بیچ کے واسطے جس قدر کم ہو سکیں اور سند عالی ہو سکے۔ اتنا بہتر ہے۔'' (20)

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جہاں براہِ راست طلبہ استفادہ کرتے تھے وہاں خط وکتابت کے ذریعہ بھی لوگ آپؓ سے رابطہ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ بنت طلحہ جو آپؓ کی خاص شاگردوں میں سے ہیں روایت کرتی ہیں:

((کان الناس یأتونها من کل مِصر ' فکان الشیوخ یأتونی لمکانی منها وکان الشباب یتأخونی فیهدون اَلّی ویکتبون اِلیّ من الأمصار' فأقول لعائشة: یاخالة! هذا کتاب فلان وهدیّته' . فتقولی عائشة: اَی بنیّه فاجیبه وَاثیبه'))

''مختلف شہروں سے لوگ علم کی تلاش میں سیّدہ عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ معمّر اور سن رسیدہ حضرات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ میرے تعلق کی بناء پر میرے پاس آتے تھے اور نوجوان بھی میرے ساتھ مواخاۃ کرتے تھے۔ لوگ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے میری قدر کرتے تھے اور احترام کی خاطر مجھے تحفے تحائف بھیجتے تھے۔ میں ان خطوط کے بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کرتی تھی اور بتاتی تھی کہ یہ فلاں شخص کا خط ہے اور فلاں شخص کا ہدیہ ہے تو آپؓ فرماتیں:

بیٹی! جس نے خط لکھا ہے اُسے جوابی خط لکھو اور جس نے ہدیہ بھیجا ہے اُسے ہدیہ کے جواب میں تم بھی کچھ بھیج دو۔''(21)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس احکام اور سنن کے جو ذخائر تھے۔ اُن ذخائر کی تحدیث اور روایت کے لیے آپؓ نے مختلف ذرائع استعمال کیے۔ آپؓ نے اپنے تلامذہ کے لئے با قاعدہ حلقہ قائم کیا۔ اس کے علاوہ حج کے موقع پر آپؓ اپنے خیمہ میں قیام کرتی تھیں اور لوگ جوق در جوق آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا سے سوالات کرتے تھے۔ بعض مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا زمزم کے پاس چھت کے نیچے تشریف رکھتیں اور زیادہ تر کوہِ شبیر کے دامن میں آپ رضی اللہ عنہا کا قیام ہوتا تھا۔ اس طرح اطراف واکناف سے آنے والے لوگ آپ رضی اللہ عنہا سے بہ سہولت استفادہ کر سکتے تھے۔(22)

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے اور بتایا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سیّدنا عمر اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت میں فتوی دیا کرتی تھیں۔ سیّدنا عمر اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہم خود بھی ان کے پاس سنن کے ضمن میں سوال بھیجتے تھے اور استفادہ کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کے فقہی استدلال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مختلف مسائل میں اپنی رائے پیش کی۔ خاص طور پر کتاب سے استدلال، استنباط اور قیاس کرنے میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکمتِ بالغہ سے سرفراز کیا تھا۔ ذیل میں مختلف فقہی مسائل میں آپ کی آراء پیش کی جا رہی ہیں۔
قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ **حافظوا اعلی الصلوات والصلوة الوسطی** ﴾(23)۔

''نمازوں کی پابندی کرو خصوصا درمیانی نماز کی۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان صلوة الوسطی کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ کوئی فجر کو صلوٰة الوسطی اور کوئی مغرب کو قرار دیتا ہے۔ جب کہ آپ رضی اللہ عنہا کی رائے میں صلوة الوسطی سے مراد عصر کی نماز ہے۔

ایک غلام ابو یونس آپ سے روایت کرتے ہیں:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے قرآن کریم لکھنے کے لئے کہا اور فرمایا کہ جب اس آیت ﴿ **حافظوا علی الصلوة** ﴾ پر پہنچو تو مجھے بتانا۔ جب میں اس آیت پر پہنچا تو انہوں نے اس کی تفسیر لکھنے کو کہی جو کہ عصر کی نماز کے بارے میں تھی اور فرمایا کہ صلوة وسطی عصر کی نماز ہے'' (24)۔

آپ کی بیان کردہ روایات کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ جن احکام اور واقعات کو نقل کرتی ہیں تو اکثر ان کے اسباب اور علل کو بھی بیان کرتی ہیں اور وہ خاص حکم جن مصالح پر مبنی ہوتا ہے۔ ساتھ ساتھ اس کی تشریح بھی کرتی جاتی ہیں۔ صحیح بخاری میں جمعہ کے دن غسل کرنے کے بارے میں مختلف احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی نقل کی

گئی ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی فقہی بصیرت کی بنا پر نہ صرف واقعہ کو روایت کرتی ہیں بلکہ اس کی علت پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ سے روایت ہے۔آپ نے کہا کہ جمعہ کے دن لوگ اپنے اپنے گھروں سے مدینہ کے باہر کی آبادیوں سے آتے تھے اور گرد وغبار اور پسینہ میں شرابور ہوتے تھے۔ایک دفعہ ایک صاحب ان میں سے آپ ﷺ کے پاس آئے حالانکہ وہ میرے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔بہتر ہوگا اگر تم لوگ اس دن غسل کر لیا کرو (25)۔

ایک دوسری روایت میں فرماتی ہیں:

> ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کے بارے میں پوچھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ لوگ اپنے کام کاج اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے (یعنی کھیتی باڑی) جب وہ جمعہ میں جاتے تھے تو اسی ہیت میں چلے جاتے اس لئے ان سے کہا گیا کہ تم غسل کر لیا کرو'' (26)۔

متعدد مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد یا کسی روایت کی وجہ سے کوئی مسئلہ بیان کیا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر اس کو رد کر دیا اور آج تک ان مسائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہی مستند سمجھا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فتوی دیتے تھے کہ نہاتے وقت چوٹیاں کھول کر بالوں کو بھگونا ضروری ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ وہ عورتوں کو یوں کیوں نہیں کہہ دیتے کہ وہ اپنے چونڈے منڈوا ڈالیں۔جب کہ میں حضور اکرم ﷺ کے سامنے نہاتی تھی اور بال نہیں کھولتی تھی'' (27)۔

ایک دفعہ اپنی بھتیجی کو باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے دیکھا تو اسے پھاڑ دیا اور فرمایا:

''تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں کیا فرمایا اور پھر ان کے لئے موٹا دوپٹہ منگوایا'' (28)۔

ایک شخص نے پوچھا کہ اہل عجم اپنے تہواروں میں جانور ذبح کر کے مسلمانوں کو ہدیہ بھیجتے ہیں کیا ان کا کھانا جائز ہے تو فرمایا:

''ان کا ذبیحہ مت کھاؤ اور ان کے پھلوں سے کھاؤ'' (29)۔

ایک مرتبہ یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق لینے کا اختیار دے دے اور بیوی اپنے شوہر کو وہ اختیار واپس کر دے تو کیا پھر کوئی طلاق پڑے گی۔حضرت علی اور حضرت زید رضی اللہ عنہم کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک اس صورت میں ایک طلاق بھی واقع نہ ہوگی اور قیاس اس واقعہ پر کیا، جب حضور اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا کہ خواہ دُنیا قبول کریں یا کاشانہ نبوت میں رہ کر فقر و فاقہ کی زندگی پسند کریں سب نے دوسری صورت کو قبول کیا اور ان پر کوئی طلاق واقع نہ ہوئی (30)۔

رعورت
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نحوست تین چیزوں میں ہے گھوڑا، گھر اور عورت۔ یہ سن کر آپ کو بہت غصہ آیا اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ پر قرآن اُتارا۔ آپ ﷺ نے ہرگز نہیں فرمایا۔ البتہ یوں فرمایا ہے کہ اہل جاہلیت ان سے نحوست کی فال لیتے تھے (31)۔

اسلام میں نکاح کے جواز کے لئے لڑکیوں کی رضا مندی حاصل کرنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا:

''بیوہ عورتوں سے اس کا حکم طلب کیا جائے اور کنواری عورتوں سے اجازت لی جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو جو فطری حیاء اور شرم عطا کی ہے اس کی بناء پر زبان سے رضا مندی کا اظہار مشکل ہے تو اُمّ المومنین نے اس مسئلہ کی مشکل کشائی کے لئے فرمایا کہ باکرہ کی خاموشی میں اس کی رضا ہے'' (32)۔

واقعۂ معراج اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

واقعہ معراج النبی ﷺ کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا موقف جمہور صحابہ سے مختلف ہے۔

علامہ سنوسی مالکی تحریر کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں چار اقوال ہیں۔ جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن مسعودؓ کا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو رویت باری تعالیٰ نہیں ہوئی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھ سے دیکھا۔ یہی حضرت انس کا موقف بھی ہے اور امام ابوالحسن اشعری بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس کا دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دِل کی آنکھ سے دیکھا اور بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا (33)۔

اس مسئلہ کی تفصیل اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف کی تفصیل صحیح مسلم کی جلد اوّل کی حدیث نمبر 327 باب معنی **حقوق اللّٰہ عزوجل ولقدراہ نزلة اخری وھل رأی النبی ﷺ لیلة الاسراء** میں ملتی ہے۔

حضرت مسروق کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے ابو عائشہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان تینوں میں کسی کا بھی قول کرے وہ اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھے گا۔ میں نے پوچھا وہ کون سی باتیں ہیں۔ آپ نے فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے۔ مسروق کہتے ہیں کہ پہلے میں ٹیک کے سہارے بیٹھا تھا۔ یہ سن کر سنبھل کر بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا اُمّ المومنین ذرا ٹھہریئے اور مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دیجئے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے میں فرمایا: ((ولقد راٰہ بالافق المبین)) ''اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا''۔

اور فرمایا: ((ولقدراہ نزلة اخری)) ''اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا''۔

اُمّ المومنین نے فرمایا اس اُمت میں سب سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان آیتوں کے بارے میں پوچھا تو

حضورﷺ نے فرمایا۔ ان آیات سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ حضور اکرمﷺ نے ان دو مرتبہ کے علاوہ جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اس اصل صورت میں نہیں دیکھا تھا۔ جس صورت میں وہ پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نے ایک مرتبہ انہیں اس کیفیت میں دیکھا کہ وہ آسمان سے اُتر رہے تھے اور ان کی جسامت نے تمام آسمان و زمین کو گھیر لیا ہے۔ پھر اُم المومنین نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

﴿لا تدرکه الابصار وهو یدرک الا بصار وهو اللطیف الخبیر﴾

''آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہ لطیف اور خبیر ہے اور کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا''۔

((وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْم))

''اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بغیر وحی کے کلام کرے یا وہ بشر حجاب کی اوٹ میں ہو یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کی مرضی کے مطابق اس بشر پر وحی نازل کرے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بلند اور حکیم ہے''۔

پھر اُمّ المومنین نے فرمایا جو شخص یہ کہتا ہو کہ رسول اللہﷺ نے قرآن میں سے کچھ چھپا لیا اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔

مسلم شریف کی حدیث نمبر 350 میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن کریم کی آیت:

﴿ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنٰی فاوحی الی عبده ما اوحی﴾ کے بارے میں فرماتی ہیں کہ اس آیت سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ پہلے وہ آپ کے پاس انسانی صورت میں آتے تھے۔ اس مرتبہ وہ آپ کے پاس اپنی اصلی صورت میں آئے جو صورت آسمان کے کناروں پر محیط ہوگئی (34)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی حدیث کی بناء پر رویئت کا انکار نہیں کیا۔ اگر ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر کرتیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ کا قرآن مجید کی آیات سے استنباط کیا ہے۔

پہلی دلیل: ﴿لا تدرکه الا بصار وهو یدرک الابصار﴾ (انعام:104)

دوسری دلیل: ﴿ما کان لبشر ان یکلمّه اللّٰه الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا﴾ (شوریٰ:51)

ان آیات سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(1) ادراک سے مراد احاطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا اور جب قرآن مجید میں احاطہ کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بغیر احاطہ کے رویت لازم نہیں آتی۔

(2) اس آیت میں رویت کے وقت کلام کی نفی کی گئی ہے تو یہ جائز ہے کہ جس وقت آپ نے اللہ کا دیدار کیا ہو اس وقت اس سے کلام نہ کیا ہو۔

(3) یہ آیت عام مخصوص منہ البعض ہے اور اس کا مخصص وہ دلائل ہیں جن سے رویت ثابت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عام قاعدہ یہی ہے لیکن سیّدنا محمد ﷺ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

(4) مشاہدہ کے وقت جس وحی کی نفی کی گئی ہے وہ بلاواسطہ وحی ہے اور ہوسکتا ہے کہ دیدار کے وقت آپ پر کسی واسطہ سے وحی کی گئی۔

(5) اس سلسلہ میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں۔

''اس بحث میں اصل چیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ نے ایک شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور ان سے اس مسئلہ میں استفسار کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے طور سے قرآن مجید سے استدلال کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے اور جب ایک صحابی کوئی مسئلہ بیان کرے اور دوسرا صحابی اس کی مخالفت بیان کرے تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا اور جب صحیح روایات کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو ان کی روایت کو قبول کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا واقعہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کو عقل سے مستنبط کیا جاسکے یا ان کو ظن سے بیان کیا جائے۔ یہ صرف اسی صورت پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے ظن اور قیاس سے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ علامہ معمر بن راشد نے کہا اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس کا اختلاف ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ عالم نہیں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت رویت باری کا اثبات کرتی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات رویت کی نفی کرتی ہیں اور جب مثبت اور منفی روایات میں تعارض ہو تو مثبت روایت کو منفی پر ترجیح دی جاتی ہے (35)

حاصل بحث یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی حدیث کی بناء پر رویت کا انکار نہیں کیا۔ انہوں نے اس مسئلہ میں قرآنی آیات کو پیش نظر رکھا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلوب استدلال میں یہ نکتہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا آیات اور روایات کے مطالب و معانی اور مفاہیم کی تعیین کے ضمن میں بہت دقت سے کام لیتی رہیں۔ درایت کے وہ اصول جو بعد میں فقہاء کے ہاں

متداول اور رائج رہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دَورِ اوّل میں ان اصولوں کی بنیاد پر استنباط اور استخراج کیا ہے۔ اس نوعیت کی روایات ذخیرۂ حدیث میں معقول تعداد میں پائی جاتی ہیں۔ جن پر فقہاء نے درایۂ بحث کی ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فطری میلان چونکہ استنباط کی طرف تھا اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے روایات کو محض ظاہر کے اعتبار سے نہیں دیکھا۔ بلکہ متون پر داخلی تنقید بھی کی ہے۔ اس لحاظ سے اگر یوں کہا جائے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا درایت کے مجال میں امامت کے درجہ پر فائز تھیں تو بے جا نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ کبارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور کبارِ تابعین آپ رضی اللہ عنہا کے استنباط پر اعتماد کرتے تھے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس موضوع پر جتنی بھی منتشر روایات حدیث وفقہ کے مصادر ومراجع میں موجود ہیں ان کو یکجا کیا جائے اور ان کا تجزیہ کیا جائے۔ تاکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اسلوب استدلال مزید وضاحت کے ساتھ سامنے آسکے۔

حواشی وتعلیقات

(1) محمد سرفراز، ڈاکٹر نعیمی، حضرت عائشہ کی فقہی بصیرت، 78، مطبع مکتبہ نعیمیہ لاہور۔

(2) نیاز فتح پوری، صحابیات، 57۔ نفیس اکیڈمی کراچی 1974ء

(3) العسقلانی، ابن حجر، الاصابہ فی تمیز صحابہ، 360/4، دار صادر بیروت 1328ھ

(4) ایضاً

(5) سیّد سلیمان ندوی، سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا 164 مطبع معارف اعظم گڑھ انڈیا 1940ء

(6) زرقانی، محمد بن عبد الباقی، شرح علی المواھب اللدنیۃ 234/2، دار المعرفۃ، بیروت

(7) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، 251/2، مطبع ملک سراج الدین، لاہور

(8) الذھبی، شمس الدین محمد تذکرہ الحفاظ 28/1، دار احیاء تراث عربی، بیروت 1377ھ

(9) العسقلانی، ابن حجر الاصابہ فی تمیز صحابہ

(10) مصطفیٰ قدوۃ، عائشہ اُمّ المومنین۔ 132-131، مطبع القاہرہ، قاہرہ 1947ء

(11) ولی احمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، 568/1 اصح المطابع، دہلی۔

(12) القرآن

(13) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع

(14) ابن حزم الاندلسی، رسالۃ فی المفاضلۃ بین الصحابۃ 172، مکتبہ ہاشمیہ، 1940ء

(15) ایضاً

(16) الصحیح للامام البخاری۔ کتاب العمرہ

(17) مسند امام احمد۔ ج: 6، ص: 168

(18) تذکرۃ الحفاظ۔ ص: 25

(19) سیرت عائشہؓ، ص: 163

(20) تفصیل کے لیے دیکھئے: مسند امام احمد بن حنبل۔ مسند عائشہؓ

(21) تفصیل کے لیے دیکھئے: جوامع السیرہ، ص: 323-319 اور اعلام الموقعین ج: 1، ص: 11-10

(22) صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال

(23) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، 144/2

(24) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، 121/1

(25) ایضاً 123/1

(26) مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، نور محمد اصح المطابق 1956ء

(27) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ جامع ترمذی،

(28) ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم 205/1، سہیل اکیڈمی، لاہور 1972ء

(29) بخاری محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، 792/2

(30) سیّد سلیمان ندوی، سیر عائشہ، 285

(31) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، 771/2

(32) ایضاً 771/2

(33) محمد بن سنوسی، مکمل اکمال المعلم، 327/1، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

(34) یحییٰ بن شرف نووی، شرح مسلم 97/1، مطبوعہ نور محمد اصح المطابق کراچی، 1375ھ

(35) ایضاً 97/1